https://ataunnabi.blogspot.com/

مسئلہ

صلوٰۃ وسلام قبل اذان

از قلم

اُستاذ العلماء حضرت علامہ مفتی غلام سرور قادری ایم اے اسلامک لاء گلبرگ لاہور

زیر سرپرستی

علامہ قبلہ مولانا الٰہی بخش صاحب قادری ضیائی خطیب اعظم پاکستان لاہور

ناشر

مکتبہ فیض گنج بخش

۱۴۵ - شاداب کالونی
علامہ اقبال روڈ
لاہور

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وجہ تالیف

بعالم اہلسنت حضرت علامہ مولانا الٰہی بخش قادری ضیائی زید مجدہم

کی

فرمائش جسے سر آنکھوں پر رکھے اور تعمیل کیے بغیر میرے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی کاوشوں سے بھولے بھٹکے مسلمان کو راہِ راست پر لائے، آمین اور حضرت ممدوح کے علم و فضل میں بے شمار برکتیں فرمائے۔ آمین۔

محتاجِ دعا

غلام سرور قادری
دارالعلوم غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ —— لاہور
فون ۸۷۱۵۷۷

اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اذان سے پہلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز۔

اس کے ناجائز ہونے کے بارے میں نام نہاد "تنظیم نوجوانانِ اہلسنت والجماعت شاد باغ اور نام نہاد "مرکز سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت دارالحق۔ آستانہ عالیہ چشتیہ صابریہ، ٹاؤن شپ، لاہور، پاکستان نے بھی فتوے کا اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا ہے۔ براہِ نوازش ان کے دلائل کے جوابات بھی ارشاد فرمائیں۔

(منجانب، عوام اہلسنت وجماعت)

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الجواب : از قلم مفتی غلام سرور قادری ایم اے عربی و ایم اے اسلامکس
خطیب جامع مسجد غوثیہ و مہتمم دارالعلوم غوثیہ بن مارکیٹ۔ گلبرگ لاہور

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مشروع و مسنون ہے،

باسمہٖ تعالیٰ حمد و صلوٰۃ کے بعد جواباً معروض ہے کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مشروع و مسنون ہے۔ اس سے پیشتر کہ ہم اس سلسلے میں کتاب و سنت اور علمائے اُمت سے دلائل عرض کریں۔

صلوٰۃ وسلام کے خلاف چھپے ہوئے اشتہار میں واقع ایک ایک بات کا حسبِ ترتیب تجزیہ پیش کرتے ہیں:

(۱) اذان سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا مشروع (جائز نہیں) مجیب نے اس کے مشروع و جائز نہ ہونے کی کوئی دلیلِ شرعی بیان نہیں فرمائی۔

قاعدہ شرعیہ: قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس چیز کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل شرعی نہ ہو وہ جائز ہی ہوتی ہے کیونکہ اصل اشیاء اباحت و جواز ہے لہٰذا کسی چیز کے مباح و جائز ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ اس کی ممانعت کی کوئی دلیلِ شرعی نہ ہو۔ جواز کی دلیل لانے کی ضرورت نہیں۔ عدم جواز کی دلیل کی ضرورت ہے اگر یہ قاعدہ معلوم ہو تو اس سے بے شمار مسائل از خود حل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ چنانچہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ حدیقہ شریف میں فرماتے ہیں:

فکل شیئ لم یدل الدلیل علی حرمتہ فھو مباح الاصل فی الاشیاء الاباحۃ (ج ۲ ص ۲۵۵)
کہ جس چیز کی حرمت و ممانعت کی کوئی دلیل نہ ہو وہ جائز ہے کہ ہر چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح و جائز ہے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ:

الاصل الاباحۃ (ج ۲ ص ۱۰۲ فی بحث الربا) ہر شئی کی اصل اباحت و جواز ہے۔

اسی طرح امام علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم فقہ حنفی کی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرماتے ہیں۔ قاعدہ ان الاباحۃ اصل (ص ۶۶ طبع مصر) کہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ اباحت و جواز ہر شئی کی اصل و بنیاد ہے۔ اسی طرح سید الفقہاء المتاخرین علامہ سید محمد امین بن عابدین ردالمحتار شرح الدرالمختار میں فرماتے ہیں:

(الاصل الاباحۃ) علی المختار (ج ۶ ص ۴۶۰ فی الاشربۃ)
یعنی قول مختار یہی ہے کہ ہر شئی کی اصل جواز ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی بات کے جواز کی نہیں عدم جواز کی دلیل پوچھی جائے گی۔ دلیل نہ ملے تو جواز کے لئے یہی کافی ہے۔

لہٰذا مفتی غلام رسول ایڈیٹر انوار الصوفیہ کا اسے ناجائز بنا کر دلیل سے تہی دامنی کا مظاہرہ کرنا ان کی منشاء کے برعکس جواز کی دلیل قرار پایا۔ اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں:

اعوذ باللہ کا حکم قرآن شریف کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کے سوا کسی چیز سے پہلے پڑھنے کا حکم نہیں۔ اور یہی ہمارا خیال ہے کہ تعوذ کا حکم قرآن مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ اذان سے پہلے تعوذ اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم نہیں۔ حکم کے معنی ہر شخص جانتا ہے کیونکہ حکم ہوتا تو اس کا اذان سے قبل پڑھنا جائز ہی نہیں ہوتا، واجب ہوتا کیونکہ حکم وامر کا تقاضا

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرضیت اور وجوب ہے۔ یہاں چونکہ حکم نہیں لہذا یہ واجب بھی نہیں ہے لیکن حکم کی نفی سے تو وجوب کی نفی ہوتی ہے اس سے جواز کی نفی کیسے سمجھ لی گئی۔

قاعدہ شرعیہ: یہ بھی ایک قاعدہ شرعیہ ہے کہ جس کام کے کرنے کا حکم نہ ہو اور ممانعت کی بھی دلیل نہ ہو وہ بلاشبہ جائز قرار پاتا ہے اور

اگر مفتی صاحب کا مقصد یہ ہو کہ حکم سے ان کی مراد جواز ہے یعنی قرآن مجید کی قرأت کے علاوہ کہیں بھی اعوذ باللہ پڑھنا جائز نہیں تو انہیں قرآن کریم کی سُورۂ اعراف آیت ۷ و سُورۂ غافر و سُورۂ یوسف آیت ۱۲ پر نظر فرمانا چاہیئے کہ کتنے امور پر تعوذ کا ذکر ہے علاوہ ازیں یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ اشتہار والے صاحبان ادھر سے تو مفتی غلام رسول صاحب کا فتویٰ چھاپ رہے ہیں کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف قرآن مجید کے ساتھ مخصوص کسی دوسرے محل و موقع پر غیر مشروع و ناجائز ہے لیکن اشتہار کے آخر میں غیر قرآن پر نعوذ باللہ پڑھ کر اپنے ہی فتویٰ کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں جس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

یا اُوپر لکھا ہوا بھُول گئے۔ لہٰذا بطور معذرت یوں کہا جا سکتا ہے۔

ع دروغ گو را حافظہ نباشد

وہ حدیث بھی انہیں یاد دلانا کافی ہوگا جس میں ہے کہ جب انصار رضوان اللہ علیہم نے کہا تھا کہ ایک تم میں سے امیر ہوگا اور ایک تم مہاجرین میں سے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے سوال کیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے مصلے پر کھڑا کر دیا، اب تم میں سے کون سا شخص ہوگا جو ابو بکر سے آگے بڑھنا پسند کرے گا۔

قالوا نعوذ باللہ ان نتقدم ابا بکر یعنی ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ابو بکر سے آگے بڑھیں
(نسائی ج ۲ ص ۱۲۶)

دیکھیے یہاں صحابہ نے اعوذ باللہ پڑھنا اور یہ تلاوت کلام الٰہی کا محل و موقع بھی نہ تھا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تلاوت کے علاوہ دوسرے موقع و محل پر بھی اعوذ باللہ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس قسم کے بے شمار حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں مگر یہاں یہی کافی ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر نیک کام کے اوّل پڑھنا باعثِ برکت ہے لیکن اُونچی آواز سے اور مزید براں لاؤڈ سپیکر میں پڑھنا فضول ہے آہستہ سے پڑھنا کافی ہے) اس میں ہر نیک کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا باعثِ برکت بتا کر اسے اُونچی آواز سے پڑھنے کو فضول قرار دیا۔ یہاں بھی مفتی صاحب نے اپنی شریعت جگائی ہے اور حسبِ سابق دلیل بیان نہ فرمائی کہ بسم اللہ اُونچی آواز سے پڑھنا کیونکر فضول ہے؟ گویا اَب تک جو جلسوں وعظوں اور محافل میں جو علماء و فقہاء بآواز بلند بسم اللہ پڑھتے چلے آئے ہیں اور پڑھتے ہیں یہ سب کے سب ایک فضول اور لایعنی کام کے مرتکب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسے کہتے ہیں چھوٹا منہ بڑی بات۔ العیاذ باللہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ذکرِ الٰہی ہے، اسے فضول بتانا ایک مدعی علم و دانش سے تو کجا عام سوجھ بوجھ رکھنے والے انسان سے بھی متوقع نہیں ہے۔ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے کہیں بھی اذان کو اُونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا معہود (معلوم) نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اذان سے قبل بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ نیچی آواز کے ساتھ اور آہستہ سے پڑھ سکتے ہیں لیکن اُونچی آواز سے نہیں پڑھ سکتے کیونکہ بسم اللہ اُونچی آواز سے پڑھنا ان کے نزدیک ناجائز اور زبردست جُرم ہے۔ ہم مفتی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ محترم! کسی چیز کے ناجائز ہونے کی بس اس قدر دلیل کافی ہے کہ وہ آپ کے یا عامتہ النّاس کے علم میں نہیں یا

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کا رواج نہیں۔ کیا فقہائے کرام نے اسے کسی چیز کے عدم جواز کے دلائل میں شمار کیا ہے؟ محترم کسی چیز کے ناجائز ہونے کے لئے اس قدر بات کافی نہیں بلکہ اس کے لئے دلیل شرعی چاہیئے اور ظاہر ہے کہ دلیل شرعی ہوتی تو ضرور لاتے جب ممانعت کی دلیل شرعی ہے ہی نہیں تو اس کا جواز خود بخود ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں (اور ایسے ہی اُونچی آواز سے بالالتزام صلوٰۃ و سلام اذان سے قبل پڑھنا اور اس کو عادت بنانا بھی مشروع (جائز) نہیں) یہاں بھی مفتی صاحب نے حسبِ عادت شریفہ کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اذان سے قبل نیچی آواز کے ساتھ اور کبھی کبھی پڑھنا جائز ہوا، تو ان کی خدمت میں عرض کیا جائے گا کہ

محترم اس کے جواز کی آپ کے پاس کونسی دلیل ہے کہ قرونِ اولیٰ میں اور پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے تک اذان سے قبل نیچی آواز کے ساتھ اور کبھی کبھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا معہود ہے۔ اگر ہے تو حوالہ ارشاد ہو اور اگر نہیں تو اس کے جواز میں جو آپ ارشاد فرمائیں گے وہی فریقِ ثانی کی بھی دلیل قرار پائے گا۔ اس کے باوجود اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھے جاتے رہنے کا ثبوت بھی ہم عنقریب پیش کریں گے۔ اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں کہ (دراصل یہ زوائد وہابیوں دیوبندیوں کی ضد سے بالعوخزن قسم کے مؤذنین نے پیدا کیئے) محترم! ایسا نہیں جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا یہ محض بدگمانی ہے اور بدگمانی بُری بات ہے۔ اور اگر بالفرض مفتی صاحب ایسا ہی سمجھنے پر مجبور ہیں کہ صلوٰۃ و سلام قبل از اذان وہابیوں، دیوبندیوں کی ضد سے جاری ہوئے تو ہم عرض کریں گے کہ اس نیت سے بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا ثواب ہے کہ ایک اَمرِ جائز اور حق بات کو خواہ مخواہ ناجائز و حرام بنایا جا رہا ہے اور اس کے خلاف اشتہار بازی کا شغل تک اختیار کر لیا گیا

جب صورتِ حال کچھ ایسی ہو کہ ایک جائز چیز کو دلیل شرعی کے بغیر اور خواہ مخواہ حرام و ناجائز بنایا جا رہا ہو تو وہاں اہلِ حق کو اس چیز کے جواز کی شد و مد کے ساتھ اشاعت کرنا چاہیئے چنانچہ اس سلسلے میں ایک فقہی مسئلہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں یوں تو دہ در دہ حوض کی نسبت نہر کے پانی سے وضو افضل ہے لیکن معتزلہ جو مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ ہے وہ دہ در دہ حوض کے قائل نہیں اس لئے ان کی تذلیل کے لئے نہر کے ہوتے ہوئے حنفی کو دہ در دہ حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

التوضؤ من الحوض أفضل من النهر رغما للمعتزلة (درمختار ص۲۳)	کہ معتزلہ فرقے کی تذلیل و توہین کی غرض سے نہر کی نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

علامہ امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

التوضی بماء الحوض أفضل من النهر لان المعتزلة لا يجيزونه من الحياض فيرغمهم بالوضوء منها (ج۱ ص۷۴)	یعنی نہر کی نسبت حوض سے وضو بہتر ہے کیونکہ معتزلہ فرقہ حوض سے وضو کو جائز نہیں مانتا تو ان کی تذلیل کے لئے حوض سے ہی وضو کرے۔

اِس سلسلے میں یوں کہنا چاہیئے کہ چونکہ قرونِ اولیٰ میں اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر الصلوة والسلام عليك يارسول الله ندا کے صیغہ کے ساتھ پڑھنے کا کوئی منکر نہ تھا اس لئے اس کا اسقدر شد و مد کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام بھی نہ تھا۔ اگرچہ یہ بعض عرب ممالک میں رائج تھا لیکن یہاں برِصغیر میں اسے فروغ دینے کی حاجت پیش نہ آئی لیکن جب اہلِ سنت و جماعت پر جو یا رسول اللہ کی ندا اس خیال سے بلند کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے اذن و عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ندا بذاتِ خود سنتے ہیں۔ وہابی حضرات کی دونوں شاخوں (دیوبندیوں اور غیر مقلدوں) کی ستمکاری کا سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ تمام

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سُنی مسلمانوں کو کفر و شرک کے فتووں کا نشانہ بنایا جانے لگا۔ اور اس سلسلے میں اس حد تک مذکورہ مخالفینِ اہلسنت وجماعت نے شدت و غلو سے کام لیا کہ کتابوں میں چھاپ چھاپ کر ملک بھر میں یہ آواز پہنچانے لگ گئے کہ :

انبیاء علیہم السلام کو علمِ غیب نہیں لہٰذا یارسول اللہ کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُور سے سنتے ہیں تو کفر ہے۔ اِن عقائد والوں (اہلسنت وجماعت یارسول اللہ کہنے والوں) کو کافر، مرتد، ملعون، جہنمی نہ کہنے والا بھی ویسا ہی کافر ہے پھر اس کو جو ایسا نہ سمجھے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے"۔

(کتاب بلغۃ الحیران مصنفہ حسین علی شاگردِ رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم)

تو اہلسنت وجماعت کے لوگوں نے بھی معتزلہ فرقہ جن کے عقائد وہابیوں کی دونوں شاخوں سے ملتے ہیں کی طرح وہابیوں کی تذلیل کے لئے ہر موقع و محل پر یارسول اللہ اور یامحمد کی ندا کرنے حتیٰ کہ اذان سے قبل بھی الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کا پڑھنا اختیار کیا۔

نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا — مفلسو سامانِ دولت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں — چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح و شام — جانِ کافر پر قیامت کیجئے
بیٹھتے اُٹھتے حضور پاک سے — التجاء و استعانت کیجئے
یا خدا! تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ — اولیاء کو حکم نصرت کیجئے

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ (ازمنۂ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ اذان ان زوائد سے خالی ہوتی تھی) ایڈیٹر انوار صوفیا جناب مولانا مفتی غلام رسول صاحب کا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کو زوائد کہنا غلط ہے جیسا کہ ہم عنقریب اس پر روشنی ڈالیں گے علاوہ ازیں وہ اپنے علم ومطالعہ (READING) کی حد تک تو بات کر سکتے ہیں لیکن اسمیں سب قارئین کو شریک کرنا انھیں بھی اپنی طرح غلطی میں مبتلا کرنا ہے جب کہ بزرگانِ دین کی عادت کریمہ اس قسم کے دعوے کرنے کی نہیں ہوتی بلکہ وہ دعویٰ کرنے کی بجائے صاف صاف اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے فرما دیتے " لَمْ اَجِدْہٗ " (الاشباہ والنظائر صہ ۹۳) کہ فلاں بات تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں نہیں مِل سکی۔ مفتی غلام رسول صاحب کی طرح بلند بانگ دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ یہ بات کہیں لکھی نہیں ہوئی یا اس کا کوئی وجود ہی نہیں جب کہ بحمدہ تعالےٰ ہم عنقریب مفتی صاحب کے مطالعہ میں لانے والے ہیں کہ کہاں لکھی ہوئی ہے؟ پھر فرماتے ہیں (اگر ہمارے علماء عوام کی تائید میں کہ اب وہ اس راستہ پر چل پڑے ہیں۔ غور وفکر سے اس کو جائز بھی ثابت کردیں تو صرف جائز ہوگا۔ مستحب یا مندوب یا افضل نہیں ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہوگا؟ یہ بات تب ہو کہ وہ مستحب ہو)

ایڈیٹر صاحب کا یہ مفروضہ بھی عجیب ہے اور اس پر مرتب کردہ نتیجہ اس سے کہیں زیادہ تعجب خیز کہ اگر علماء عوام کی تائید میں کہ وہ ایک غلط اور ناجائز بات پر چل پڑے ہیں۔ غور وفکر کرکے ان کے غلط و ناجائز کام کو جائز بھی ثابت کردیں تو وہ جائز ہوگا۔ استغفر اللہ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ، وہ ناجائز کام جائز کیونکر ہو جائے گا؟ غلط و ناجائز کام بہرصورت غلط و ناجائز ہی رہے گا، کسی عالم و فاضل کے

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ناجائز کو جائز کرنے سے وہ ناجائز ہرگز جائز نہ ہو گا۔ ایسا لگتا ہے کہ ایڈیٹر و مفتی صاحب کا دماغ فتویٰ نویسی کے وقت حاضر ہی نہیں تھا۔

دین میں آسانی پیدا کرو لوگوں کو تنگی میں نہ ڈالو: لیکن آپ کا یہ کہنا کہ علماء عوام کی وجہ سے خواہ مخواہ ممنوعات کو جائز کرتے ہیں یہ سراسر علمائے اہلسنت پر افترا ہے علمائے اہلسنت کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دین میں ممکن حد تک آسانی پیدا کی جائے اور تنگی کے دائرہ کو ممکن حد تک کم از کم کیا جائے۔ اور یہی اسلام کی منشا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے: يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (بقرہ) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا اور حدیث شریف میں ہے اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ (جامع صغیر بحوالہ ترمذی ج۱ ص۲) کہ تم آسانی مہیا کرنے والے بھیجے گئے اور تنگی کرنے والے نہیں بھیجے گئے لیکن بحمدہ تعالیٰ علماء اہل سنت کسی ایسی چیز کو جو دلیلِ شرعی سے ممنوع و حرام ہو کسی کیلئے جائز قرار نہیں دیتے۔

مباح کب مستحب ہوتا ہے: مفتی صاحب کو یہ بھول گیا کہ جو چیز مباح و جائز ہو اسے ثواب کی نیت سے کیا جائے تو وہ مستحب ہو جاتا ہے اور کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے چنانچہ الاشباہ والنظائر میں امام ابن نجیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اَلْاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا۔ اَلذِّبْحُ	یعنی امور مباحہ کا ان کے مقاصد کے لحاظ سے
قَدْ يَكُوْنُ لِلْاَكْلِ فَيَكُوْنُ مُبَاحًا	اعتبار کیا جاتا ہے مثلاً حلال جانور کا ذبح کرنا خود کھانے
اَوْ لِلْاُضْحِيَةِ فَيَكُوْنُ عِبَادَةً (ص۲۹)	کیلئے مباح ہے اور قربانی کی نیت سے عبادت ہو جاتا ہے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ امور مباحہ میں نیت کو دیکھا جائے گا۔ اگر ذاتی غرض سے

متعلق ہوں تو وہ جائز ہوں گے اور اگر ان کا مقصد ثواب کا حصول ہو تو وہ عبادت بن جائیں گے۔

درود شریف بلا نیت بھی عبادت ہے: لیکن معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب نے اپنی عمر رسالہ بازی کے چکر میں صرف کر دی ہے۔ مسائل کی تحقیق کی طرف کبھی توجہ فرمانے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ اگر کتابیں پڑھ لیتے اور مسائل کی علمی تحقیق میں دلچسپی لیتے تو انہیں حقیقتِ واقعہ کا پتہ چلتا۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ امور عادات میں داخل ہیں جنہیں انسان عادت کے طور انجام دیتا ہے اور شریعت نے ان کے کرنے اور نہ کرنے میں انسان کو اختیار دیا ہے۔ اگر انہیں کوئی ثواب کی نیت سے انجام دے تو ثواب ہو گا ورنہ نہیں الغرض ان کے عادت و عبادت ہونے میں نیت ہی فارق و فاصل ہو، یعنی نیت سے ہی وہ عبادت قرار پاتے ہیں ورنہ عادت کے تحت آ کر ثواب کا موجب نہیں بنتے۔ لیکن جو امور عادت میں نہیں آتے اور نہ ہی عادت کے ساتھ ان کا التباس و اشتباہ ہوتا ہے۔ ان میں نیت کی کوئی ضرورت نہیں وہ بہر صورت عبادت و ثواب کا موجب ہیں۔ چنانچہ امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

مَا لَا يَكُوْنُ اِلَّا عِبَادَةً وَلَا يَلْتَبِسُ	جو چیزیں صرف عبادت ہیں اور ان کا عادت سے
بِغَيْرِهٖ لَا تُشْتَرَطُ فِيْهِ كَالْاِيْمَانِ	کوئی التباس و اشتباہ نہیں ہوتا۔ ان کے لئے نیت
بِاللّٰهِ وَالْمَعْرِفَةِ وَالْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ وَ	کی کوئی ضرورت نہیں وہ بہر صورت باعث اجر و ثواب
النِّيَّةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَذْكَارِ	ہیں جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان، معرفت، خوف،
لِاَنَّهَا مُتَمَيِّزَةٌ لَا تَلْتَبِسُ بِغَيْرِهَا (ج۱ ص۳۱)	امید اور خود نیت کو بھی نیت کی ضرورت نہیں۔

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الأذان والتلاوة والاذكار كلها	اور تلاوت قرآن اور ذکر اذکار۔ کیونکہ یہ عبادت کے
عبادات تصح بلانية اجماعا	طور بجائے خود ممتاز ہیں یہ کل عبادات اس بات پر
(عمدۃ القاری ج۱ ص۳۱)	اجماع ہے کہ بے نیت کے بغیر صحیح ہیں۔

ماہ نامہ "انوارِ صوفیہ" کے ایڈیٹر صاحب جن کے اسم گرامی کے ساتھ مفتی صاحب کا بلند و بالا اور عظیم ترین منصب کا لقب بھی لگتا ہے۔ افسوس کہ وہ اس منصب کی لاج رکھتے اور آنکھیں بند کر کے فتویٰ نویسی کا مشغلہ اختیار نہ فرماتے۔ ہمیں بہرصورت ان کا احترام بھی کرنا ہے اور عرض بھی کہ جناب عالی کیا درود شریف ذکر و اذکار کی فہرست میں آتا ہے یا نہیں صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا امرِ الٰہی یاد فرمائیے اور یاد کیجئے کہ یہ ضرورت ذکر ہے اور ابھی حوالہ امام عینی سے گزرا کہ ذکر بجائے خود عبادت ہے۔ نیت ہو یا نہ ہو وہ صحیح ہے۔ اور باعثِ اجر و ثواب ہے، اس کے بعد آپ کا ارشادِ گرامی کہ یہ مباح ہے اور اس کا ثواب تب مل سکتا ہے جب اسکی نیت ہو اب اسکی کیا حیثیت رہ گئی؟

نعیمی صاحب کا فتویٰ : رہا حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی دامت برکاتہم کی طرف منسوب فتویٰ ہمیں یہ فتویٰ من وعن ان کا لکھا ہوا نہیں لگتا بلکہ اسے موڑ توڑ کر پیش کیا گیا ہے اور معتبر ذرائع سے ہمیں اس کی تصدیق بھی موصول ہوئی ہے کہ ان کے فتویٰ کو ترمیم کر کے چھاپا گیا ہے۔ گویا یہ اشتہار چھاپنے والوں کا اپنا ہی فتویٰ ہوا للہذا اس کا تجزیہ بھی ضروری ہے۔ لکھتے ہیں

(اذان کے کلمات مقرر ہیں اس میں کمی بیشی کرنا یا ان کے آگے پیچھے درود شریف یا قرآن کریم کی آیات بلافصل ملانا بدعت اور عبادت الٰہی میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے)

بحمدہٖ تعالیٰ اہلسنت وجماعت اذان کے کلمات میں کوئی کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ ہی

اس میں کچھ زائد کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے روادار ہیں۔

زیادتی یا کمی بیشی کا مطلب : افسوس کہ منکرین زیادتی یا کمی بیشی کا مطلب جانتے ہوتے۔ اگر جانتے ہوتے تو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو زیادتی اور بیشی نہ کہتے کیونکہ زیادتی و بیشی اس وقت متصور ہوتی ہے جب کہ مزید و مزید علیہ (یعنی شئی اول اور شئی ثانی ہم جنس ہوں چنانچہ امام اکمل الملۃ والدین امام محمد بن محمود البابرتی متوفی ۷۸۶ھ اپنی مشہور کتاب عنایہ شرح ہدایہ میں ہبہ کی بحث میں فرماتے ہیں کہ:

ان الزيادة على الشئ انما تتحقق	کسی شئی میں زیادتی اس وقت ہی متصور ہوتی ہے
اذا كانت من جنس المزيد عليه	جب کہ وہ مزید علیہ کی جنس سے ہو۔ اگر کوئی
لا يقال زاد في ثمنه اذا وهب هبة	ہبہ مبتداۃً کرے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے
مبتداة ولا يقال زاد في الهبة اذا باع	ثمن میں زیادتی کی یا کوئی چیز بیچے تو نہیں کہا جائے گا
(عنایہ شرح ہدایہ ج ۷ ص ۲۳۲)	کہ اس نے ہبہ میں زیادتی کی۔

امام موصوف نے ایک قاعدہ شرعیہ بنا دیا کہ کسی شئی میں زیادتی اس وقت ہی متصور ہوتی ہے جب دونوں چیزیں ہم جنس و ہم درجہ ہوں۔ اور اگر دونوں ہم جنس یا ہمدرجہ نہیں ہیں۔ ایک چیز کی حیثیت اور ہے اور دوسری کی اور یا ایک دونوں چیزیں ہم جنس نہیں ہیں یا ہم درجہ نہیں ہیں۔ تو اس کو زیادتی نہیں کہا جائے گا۔ پھر امام موصوف نے اس کی دو مثالیں دی ہیں تاکہ قاعدہ مذکورہ کی خوب وضاحت ہو جائے ایک یہ کہ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور اس کی قیمت ادا کرنے کے ساتھ ہی بطور ہدیہ کچھ اور پیسے دے تو اسے قیمت میں زیادتی تصور نہیں کیا جائے گا کیونکہ مزید و مزید علیہ

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم جنس نہیں ہیں اس لئے کہ قیمت کی حیثیت ضروری کی نفی اور جو قیمت کے علاوہ دیا ہے اس کی حیثیت غیر ضروری کی ہے۔ ظاہر ہے کہ ضروری اور غیر ضروری دو الگ الگ جنسیں ہیں لہٰذا اسے زیادتی نہیں کہا جائے گا۔ دوسری مثال یہ کہ ایک شخص نے کسی کو کچھ رقم عطیہ و بخشش کے طور پر دی اور ساتھ ہی ایک چیز بیع میں دے دی تو اسے ہبہ و بخشش میں زیادتی نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے باوجود کہ دونوں رقموں کی عطا ساتھ ساتھ ہے اور درمیان میں کوئی وقفہ فاصل نہیں۔ دونوں ہم جنس نہیں ہیں کہ ان میں سے ایک کی حیثیت ضروری کی اور دوسری کی غیر ضروری کی ہے لہٰذا اسے زیادتی نہیں کہا جائیگا اسی طرح امام علام ملک العلماء علاؤالدین ابوبکر بن مسعود علیہ الرحمۃ متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں:

والزیادة علی الشیئ لا تتصور	اور کسی شیئ میں زیادتی اسی شیئ کی جنس سے ہی تصور
الا من جنسه فاما اذا کان غیره	ہو سکتی اور اگر غیر جنس ہو تو اسے قران (ملانا) کہا جائیگا
فانه یکون قرانا لا زیادة	زیادتی یا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام یوسف میں عجیب گفتگو:

امام علام ملک العلماء علیہ الرحمۃ اس کے بعد امام ابو حنیفہ اور امام یوسف بن خالد سمتی کی عجیب گفتگو نقل کرتے ہیں اور وہ یہ کہ جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وتروں کی نماز کو واجب کا درجہ دیا تو امام یوسف کہنے لگے:

ترجمہ: اے ابو حنیفہ تم کافر ہوگئے اور یہ اس زمانے کی بات جب کہ ابھی تک امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے شاگردی کا شرف حاصل

نہیں کیا تھا اور وہ یہ سمجھے تھے کہ امام ابو حنیفہ جو وتروں کی نماز کو واجب کا درجہ دیتے ہیں اس سے ان کی مراد فرض ہے۔ گویا وہ وتروں کو فرض کہتے ہیں (وہ یہ اس لئے سمجھے کہ واجب سے فرض بھی مراد ہو سکتا ہے اور واجب بھی) اور اس طرح امام ابو حنیفہ نے اسلام میں پانچوں فرض نمازوں میں اضافہ و زیادتی کر کے ایک اور چھٹی فرض نماز کے قائل ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

أَيُهَوِّلُنِي إِكْفَارُكَ إِيَّايَ وَأَنَا أَعْرِفُ	کیا مجھ کو کافر کہنا مجھے مرعوب کرے گا حالانکہ میں
الْفَرْقَ بَيْنَ الْوَاجِبِ وَالْفَرْضِ	فرض اور واجب ایسے فرق مانتا ہوں جیسے آسمان و
كَفَرْقِ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ	زمین کے درمیان فرق ہے پھر آپ نے فرض و واجب کے
ثُمَّ بَيَّنَ الْفَرْقَ بَيْنَهُمَا فَاعْتَذَرَ	درمیان فرق کو واضح کیا تو امام یوسف نے امام صاحب سے
إِلَيْهِ وَجَلَسَ عِنْدَهُ لِلتَّعَلُّمِ بَعْدَ	معذرت چاہی اور فقہاء بصرہ کے اعیان میں سے
أَنْ كَانَ مِنْ أَعْيَانِ فُقَهَاءِ الْبَصْرَةِ (ص۱۶۲)	ہونے کے باوجود وہاں بیٹھ کر امام صاحب سے پڑھنا شروع کر دیا۔

ہمارا اور منکرین صلوٰۃ و سلام کا کچھ ایسا ہی حال ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اہل سنت وجماعت جو اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں انہوں نے اذان میں زیادتی و اضافہ کر دیا ہے جبکہ ہم ملک کے طول و عرض میں واضح کر چکے ہیں کہ یہ زیادتی یا اضافہ نہیں ہے اذان اور صلوٰۃ و سلام میں درجہ کا فرق ہے بلاشبہ اذان اور صلوٰۃ و سلام میں جو فرق ہے ہم اس کے قائل ہیں اذان سنت مؤکدہ ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر کا میلان بھی اذان کے واجب ہونے کی

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرف ہے۔ پھر اذان کے الفاظ مقرر ہیں انھیں چھوڑ کر دوسرے الفاظ سے اذان نہیں دی جاسکتی۔ اذان کے اوقات مقرر ہیں اور یہ وہی اوقات ہیں جو نمازوں کے اوقات ہیں۔ اذان کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرکے دی جاتی ہے۔ اذان دینے والے کو عاقل ہونا چاہیئے۔ اذان کے وقت مؤذن کانوں میں اُنگلیاں دے کر اذان کہتا ہے۔ اذان کھڑے ہو کر دی جاتی ہے جبکہ درود شریف کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ درود شریف مستحب ہے۔ اس کے الفاظ مقرر نہیں ہیں جن الفاظ و جن صیغوں میں چاہیں دُرود شریف پڑھ سکتے ہیں۔ درود شریف کعبہ معظمہ کی طرف نہیں جس طرف چاہیں منہ کرکے پڑھ سکتے ہیں۔ درود شریف غیر عاقل بچے بھی پڑھتے ہیں۔ درود شریف پڑھتے وقت کانوں میں انگلیاں نہیں دیجاتیں درود شریف بیٹھ کر بھی پڑھتے ہیں۔ جب اذان اور درود شریف میں اسقدر فرق ہے اور یہ فرق ایسے ہی عظیم فرق ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان فرق ہے پھر یہ فرق اعتقاد سے متعلق ہے مثلاً کوئی عاقل کعبہ معظمہ کی طرف نماز کے اوقات میں اذان سے قبل کھڑے ہوکر درود شریف پڑھے جب بھی اسے اذان میں زیادتی یا اضافہ نہیں کہا جائے گا، کیونکہ اس کے باوجود بظاہر صلوٰۃ وسلام اور اذان میں لب ولہجہ اور ادائیگیٔ الفاظ اور ہیئت کذائیہ میں جو فرق پایا جاتا ہے۔ ظاہری فصل کے لئے یہی کافی ہے اور اس کے علاوہ اعتقاد کی رُو سے دونوں کے الگ الگ درجہ رکھنے کا فرق ہے وہی فصل بھی کافی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ : اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اعتقاد تو ایک مخفی چیز ہے کسی کو کیا معلوم کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو واجب سمجھتا ہے یا مستحب ؟ اسی کا جواب یہ ہے کہ

مسلمان کے بارے میں بُری بات کا گمان نہیں کرنا چاہیئے۔ جامع صغیر میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ مسند امام احمد و بیہقی و ابوداؤد و ترمذی کے حوالے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (ج ۱ ص ۱۱۰)

لہذا ہمیں یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ صلوٰۃ والسلام اور اذان کو برابر کا درجہ دیتا ہے یا اذان سے قبل صلوٰۃ والسلام کو واجب یا سُنّتِ مؤکدہ سمجھتا ہے۔ ہاں اگر ہمیں کسی خاص شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اسے واجب یا سنّتِ مؤکدہ سمجھ کر پڑھتا ہے تو اس خاص شخص کو اس سے منع کیا جائے گا۔ علی الاطلاق اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع نہیں کیا جائے گا۔

ایک شبہ کا ازالہ : اگر یہ شبہ کیا جائے کہ جو التزام کرلیا گیا ہے کہ ہر اذان سے قبل درود شریف پڑھا جاتا ہے اور اسے کبھی نہیں چھوڑا جاتا ہے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنے والے اسے واجب یا سنّتِ مؤکدہ سمجھتے ہیں ورنہ ایسا نہ کرتے کبھی ترک کر دیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ وہ اسے واجب سمجھنے یا سنّتِ مؤکدہ سمجھتے ہیں اس لئے ہم اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مستحب کو مستحب سمجھنے کے لئے کبھی کبھی اس کا ترک کر دینا ضروری نہیں ہے، بلکہ اسے مستحب سمجھنا ہی کافی ہے جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے۔ جیسے فرضوں کے آگے پیچھے ہم غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھتے ہیں۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں ہوتا کہ

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کے درمیان نہیں پڑھا جاتا، رہا اس کے باوجود پانچ منٹ کا وقفہ لازم کرنا اور وہ بھی کم ازکم یعنی اس سے کم وقفہ کرنے کی اجازت نہیں، مثلاً کسی نے چار منٹ کا وقفہ کیا تو اس محرف فتویٰ کو شائع کرنے والے کے نزدیک ممنوع ہوگا، پانچ منٹ قطعی اور حتمی ہے اَب سوال یہ ہے کہ اس قدر وقفہ کو کس نص شرعی سے قطعی و یقینی اور حتمی قرار دیا گیا۔ وہ نص بیان کی جائے کیونکہ وقفہ کی تجدید و تعین کا حق زید و بکر کو نہیں بلکہ یہ شریعت ہی کا حق ہے کہ وہ کسی چیز کی حد بتائے، یہ امر شرعی ہے اس میں شریعت کی نص یا شریعت کا حوالہ ضروری ہے اس کے بغیر اس وقفہ کی تعین و تجدید تو صرف بے معنی ہوکر رہ جاتی ہے بلکہ اس پر اپنی شریعت گھڑنے کی تعریف بھی صادق آتی ہے۔

اس کے بعد محرف فتویٰ والے لکھتے ہیں:

نماز با جماعت سے پہلے قرآن کریم یا کوئی وظیفہ یا صوفیا کا کلام بلند آواز سے پڑھنا سنّت کے خلاف ہے۔ تحریف شدہ فتویٰ شائع کرنے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جناب اس کے خلافِ سنّت ہونے کی کونسی دلیل ہے؟ کونسی کتاب میں اور کہاں لکھا ہے کہ نماز باجماعت سے پہلے قرآن کریم یا کوئی وظیفہ یا صوفیا کا کلام وغیرہ بلند آواز سے پڑھنا منع ہے؛ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

جناب! صلوٰۃ و سلام کی مخالفت کے جوش میں تثویب کو بھی بھول گئے فقہائے اذان کے بعد جماعت سے کچھ قبل تثویب کو مستحب قرار دیا ہے۔

مسئلہ تثویب:

چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ہدایہ میں لکھتے ہیں:

والتثویب فی الفجر حیّ علی الصلوٰۃ — اور فجر میں اذان و اقامت کے درمیان،

نوافل اور غیر مؤکدہ سنتیں ہمیشہ کیوں پڑھے جاتے ہیں بلکہ اس سلسلے میں ہم پڑھنے والں کے اعتقاد کو مدِّ نظر رکھتے ہیں اور انھیں کبھی بھی ان کے ترک پر مجبور نہیں کرتے بلکہ حدیث شریف مستحب عمل کو دائمی طور پر اور ہمیشہ کے لئے پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر قرار دیا چنانچہ حدیث میں ہے جسے نسائی و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابنِ ماجہ و امام احمد رحمہم اللہ نے روایت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُہٗ وَاِنْ قَلَّ — کہ اللہ تعالےٰ کو سب سے پسندہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ نفلی کام اور مستحب عمل جو ہمیشہ کیا جائے۔ اللہ تعالےٰ کو زیادہ پسند ہے اور اگر اسمیں ناغہ کیا جائے یا کبھی چھوڑا اور کبھی کیا جائے تو اگرچہ اس پر بھی ثواب ہوگا لیکن اس کی نسبت اسے دائمی طور کرنے سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ لہٰذا منکرین کا یہ کہنا کہ کسی عمل کو ہمیشہ کرنا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں غلط ہوکر رہ گیا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ وہ جس عمل کو ہمیشہ کرتے اور کبھی نہ کرتے وہ اس کے وجوب کی دلیل ہوتا۔ اُمتی کی یہ شان نہیں کہ اس کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اس کے وجوب یا اعتقاد وجوب کو ظاہر کرتا ہو غرضیکہ کسی فصل کے بغیر اذان کے ساتھ درود شریف پڑھنا مستحب و مسنون و مستحب ہے۔ اسے اذان میں اضافہ یا اذان کا جزء یا اس میں باعثِ خلل ٹھہرانا غلط ہے جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہو جائے گا۔ اس محرف فتوے میں ہے کہ درود شریف اذان سے علیحدہ پڑھا جائے یا کم از کم پانچ منٹ پہلے پڑھ لیا جائے درمیان میں وقفہ دے کر اذان کہیں) بلاشبہ درود شریف اذان سے علیحدہ ہی پڑھا جاتا ہے باذان

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حی علی الفلاح مرتین بین الاذان والاقامۃ حسن لانہ وقت نوم وغفلۃ وکرہ فی سائر الصلوٰۃ ومعناہٗ العود الی الاعلام وھو علی حسب ما تعارفوہ وھذا تثویب أحدثہ علماء الکوفۃ بعد عہد الصحابۃ لتغیر احوال الناس وخصوا الفجر بہ مما ذکرناہ والمتاخرون استحسنوہ فی الصلوٰۃ کلہا لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ

(ہدایہ ج ۱ ، ص ۸۴)

حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سے تثویب کرنا مستحسن ہے کیونکہ یہ نیند و غفلت کا وقت ہے اور باقی نمازوں میں اس کا ترک بہتر ہے اور تثویب دوبارہ اطلاع دینے کو کہتے ہیں، اور تثویب کے کلمات اپنے طور جو چاہیں تجویز و طے کرلیں اور اس تثویب کو کوفہ کے علماء نے صحابہ کے عہد کے بعد لوگوں کے حالات بدل جانے کی وجہ سے ایجاد کیا اور تثویب کو فجر کے ساتھ مخصوص رکھا کہ وہ نیند و غفلت کا وقت ہے اور فقہاء متاخرین نے تثویب کو تمام نمازوں میں مستحسن قرار دیا کیونکہ دینی معاملات میں تغافل و سستی کا ظہور ہو چلا تھا۔

اَب کیا فرمائیں گے جناب والا کہ یہ تثویب جسے فقہاء متقدمین و متاخرین نے اذان و اقامت کے درمیان مستحسن قرار دیا۔ یہ بھی آپ کے نزدیک خلافِ سنّت قرار پائے گی اور یہ فقہاء احناف آپ کے نزدیک سخت گنہگار ہوئے۔

ببیں ایں نوبت از کجا تا بہ کجا رسید

یا فتویٰ شائع کنندگان اس کی تاویل یہ فرمائیں گے کہ یہ تثویب خاموشی سے کی جاتی ہوگی؟ پھر ایسی تثویب تو ماشاءاللہ خوب مفید ہوتی ہوگی ؛ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

(فجر کے وقت سوائے دو سُنت کے نوافل پڑھنے کا بھی حکم نہیں) اشتہار چھاپنے والے صاحب غالباً حکم کے لفظ سے اجازت مراد لیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ

جب فجر کے وقت نوافل تک نہیں پڑھے جا سکتے تو درود شریف کیونکر پڑھنا جائز ہوگا۔ اسے کہتے ہیں "بے تکی ہانکنا" اور غیر موزوں بات کرنا۔ جناب یہ بھی بھول گئے جہاں کہ ممانعت کا تعلق صرف نوافل سے ہے نہ کہ ذکر و تلاوت اور درُود شریف سے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں وضاحت سے مرقوم ہے۔

اس اشتہار میں حزب الاحناف کا فتویٰ بھی ہے :

متضاد فتویٰ : اس فتویٰ میں اگرچہ کتاب کا نام درالمختار درست نہیں لکھا گیا کہ صحیح نام درِمختار ہے اور الدرالمختار بھی اور عن الامام شعرانی بھی درست نہیں لکھا گیا کہ صحیح الامام الشعرانی ہے یا امام شعرانی۔ تاہم یہ فتویٰ منکرین کے اوپر کے درج کردہ دونوں فتووں کے خلاف ہے۔ چنانچہ اس فتویٰ میں ہے۔ (جب فجر طلوع ہو جائے تب لاؤڈ سپیکر پر درود شریف بلند آواز سے پڑھ سکتے ہیں لیکن فجر سے پہلے نہیں)

یہ فتویٰ درست ہے لیکن اس میں اسقدر ترمیم کی جائے گی کہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو روزہ کے لئے بیدار کرنے کو فجر سے پہلے بلند آواز سے درُود شریف و نعت پڑھنا اور تلاوت کرنا جائز و مستحب ہے۔ فتویٰ چھاپنے والے اذان سے قبل درُود شریف کی مخالفت میں اسقدر مغلوب العقل ہو کر رہ گئے ہیں انھیں اس بات کا شعور تک نہیں رہا کہ حزب الاحناف کا فتویٰ جسے اشتہار کے آخر میں چھاپا جا رہا ہے وہ ان کے باطل نظریہ کا قلع قمع کر رہا ہے اور درُود شریف پڑھنے والوں کے دلوں میں سکون کی بارش برسا رہا ہے۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہم اہلِ سنّت والجماعت کو نئی بات رائج کرنا اس لئے بھی زیب نہیں دیتا کہ ہم امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد ہیں۔ فقہ حنفی میں اذان سے قبل صلوٰۃ وغیرہ ثابت نہیں ہے تو اب غیر مقلدانہ عمل کرنا اور اصل یہ ثابت کرنا ہے کہ امام اعظم اور صحابہ کرام عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے (نعوذ باللہ) جس سے آج کا عشق سرشار ہے۔

ع برین عقل و دانش بباید گریست

چشمِ بد دُور، یہ صاحب اہلسنت بنتے ہیں جو دُرودِ شریف کی سنّت کو طرح طرح کی فریب کاریوں سے مٹانے کے درپے ہیں۔ پھر امام ابوحنیفہ کی تقلید کا دعویٰ بھی۔ گویا دُرود شریف کی مخالفت بھی امام صاحب کی تقلید کے سر تھوپی جارہی ہے۔ مقلد ہوں تو ایسے ہوں۔

الحمد للہ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جارہا ہے کہ قبل از اذان صلوٰۃ وسلام فقہ حنفی میں ثابت نہیں اور یہ مسلم بات ہے کہ کسی چیز کا ثبوت نہ ملنا اس کے ممنوع و ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ ممنوع و ناجائز ہونے کے لئے دلیل شرعی کا وجود ضروری ہے جس سے منکرین تہی دامن ہیں۔ پھر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو غیر مقلدانہ عمل قرار دینا بھی مفہوم تقلید سے جہالت ہے۔

تقلید کا معنی: تقلید کا معنی ہے کسی دلیل کے بغیر دوسرے کے قول پر عمل کرنا۔ ملاحظہ ہو:

التقلیدُ العمل بقول الغیر من غیر حجۃ (مسلم الثبوت ص ۲۸۹ مطبع دہلی)

یعنی تقلید بلا دلیل دوسرے کے قول پر عمل کرنا ہے۔

اَب ہم منکرین سے یہ بات پوچھتے ہیں کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کی ممانعت کے بارے میں امام اعظم ۔ اس کے بعد اشتہار والے لکھتے ہیں:

امام اعظم اور صحابہ کرام عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے۔ (نعوذ باللہ) جس سے آج کا عاشق سرشار ہے؟

ع برین عقل و دانش بباید گریست

اشتہاریوں سے جو صلوٰۃ وسلام کی مخالفت میں مل کر اشتہار پر اشتہار چھاپ رہے ہیں کو یہ بات معلوم نہیں یا عمداً لاعلم بن رہے ہیں کہ حالات کے بدلنے سے ان کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ صحابہ و تابعین کرام کے بعد بے شمار اچھے کام رائج ہوئے اور بزرگانِ دین نے رائج کئے تو کیا یہاں بھی یہی کہیں گے کہ ان بزرگوں نے جو بعد میں یہ اچھے کام رائج کئے اور التزام کے ساتھ کرتے کراتے رہے کیا صحابہ و تابعین عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے جس سے یہ بعد کے محبانِ دین سرشار تھے۔

اُلٹے پاؤں پھرنا: دراصل واقعہ یہ ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یا آپ کے قربِ زمانہ کی وجہ سے آداب و اخلاص سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اس لئے انھیں ان چیزوں کی حاجت نہ تھی لیکن لوگ جوں جوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے دُور ہوتے چلے گئے۔ ان میں اس طرح کے آداب و اخلاص کی کمی آتی چلی گئی جسے بعد کے فقہاء و علماء نے محسوس کرتے ہوئے اس کی تلافی کے لئے کچھ اعمال و آداب اور مستحبات کی ترویج فرمائی اور حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً الخ کہ جو شخص اسلام میں کوئی اچھی بات رائج کرے گا۔ اسے ثواب

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کے برابر اور ثواب ہوگا۔ تا آخر اور بمطابق قول سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ کہ جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ اچھا ہے کے مطابق اچھے اچھے کام رائج کیے جس پر عمل کر کے ان کے دینی ذوق و محبت اور شوق و لگن میں اضافہ ہوا۔ اس قسم کے بہت سے کام ہیں مثلاً ہدایہ میں ہے کہ حاجی طوافِ وداع کے بعد جب واپس آنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ :

أَنْ يَنْصَرِفَ وَهُوَ يَمْشِىْ وَرَاءَهٗ وَوَجْهُهٗ اِلَى الْبَيْتِ (ہدایہ ج۱ ص۲۳۹)

کہ کعبہ سے واپس یوں لوٹے کہ الٹے پاؤں آئے اور منہ کعبہ معظمہ کی طرف رہے۔

جب کہ یہ الٹے پاؤں پھرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرونِ اولیٰ کے حضرات سے ثابت نہیں بلکہ بعد میں علماء و فقہا نے لوگوں کو اس عمل کی تلقین کی حالانکہ حج ایک عبادت ہے اور اس کے افعال و اعمال مقرر ہیں جن میں طوافِ کعبہ کے بعد واپس لوٹتے ہوئے الٹے پاؤں پھرنا شامل ہی نہیں ہے بلکہ بعد کے بزرگوں نے جب لوگوں میں غفلت و تساہل دیکھا اور آداب و اخلاص کا کچھ فقدان محسوس کیا تو اس عمل کو رائج کیا اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی تو کیا اسے حج میں زیادتی و اضافہ تصور کیا جائے گا؟ اور کیا اسے حج جیسی عبادت میں خلل ڈالنے کے مترادف سمجھا جائے گا اور کیا یہاں بھی یہ کہنا مناسب ہوگا کہ کیا امام اعظم و صحابہ کرام عشق و ادب کی اس منزل سے آشنا نہ تھے جس سے بعد کے فقہاء و عشاق سرشار ہوئے، اس تحقیق کے بعد اشتہار شائع کنندگان ہی فیصلہ کریں کہ

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست، کس پر صادق آتا ہے؟

اسی طرح دُرِّ مختار میں ہے وَيَرْجِعُ الْقَهْقَرٰى اِلٰى خَلْفٍ (ص۱۶۶ طبع دہلی) کہ حاجی کو طواف وداع کے بعد پیچھے کو الٹے پاؤں لوٹنا چاہیئے۔ اور اسی طرح علامہ شامی نے فرمایا :- (شامی ص۵۲۴ ج۲)

اور امام ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے بحرالرائق میں اسے بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :

لٰكِنْ يَفْعَلُهٗ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَحْصُلُ مِنْهُ صَدَمٌ اَوْ وَطْأَةٌ لِاَحَدٍ (ص۳۷۸ ج۲)

لیکن یہ عمل اس طرح سے کرے کہ کسی سے ٹکرا نہ جائے اور نہ ہی کسی پر قدم آئے۔

اور امام فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی علیہ الرحمۃ کو جب اس فعل کی سنت و عمل اسلاف سے کوئی دلیل نہ ملی اور ممانعت کی بھی کوئی وجہ نہ تھی تو اس کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ

والعادة جارية به في تعظيم الاكابر والمنكر لذلك مكابر (تبیین الحقائق ص۳۷ ج۲)

لوگوں کی عادت جاریہ ہے کہ وہ بزرگوں کے سامنے سے پشت دے کر نہیں پھرتے اور اس کا منکر بے وجہ لڑنے والا۔

یعنی اگرچہ سنت سے اور قرونِ اولیٰ سے اس ادب و تعظیم کی کوئی دلیل نہیں ملتی لیکن اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ لوگ ایک عرصہ سے ایسا کرتے چلے آرہے ہیں اور اس میں تعظیم و تکریم ہی تو ہے اسے منع کرنے کی وجہ نہیں۔ کیونکہ تعظیم بزرگان و تعظیم آثار و مقاماتِ مقدسہ مطلوب شرع ہے۔ لہٰذا اسے بلاوجہ ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا جبکہ یہ فعل مناسک حج کے ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔ یہ بات کسی کو نہ سوجھی کہ حج مناسک حج میں زیادتی متصور ہوگی اور کسی عبادت کے مقررہ افعال پر زیادتی ناجائز ہے لہٰذا یہ بھی ناجائز ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ اس لئے نہ سوجھی کہ وہ سمجھتے تھے زیادتی تب ہو کہ دونوں کا ایک ہی درجہ تصور کیا جائے اور اسی ہم درجہ ہونے کی نیت سے کیا جائے ورنہ نہیں

Scanned by CamScanner

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور یہاں یہ بات نہیں پائی جاتی لہٰذا یہ زیادتی نہیں ہے۔ اس لئے یہ بلاشبہ جائز و مستحب ہے۔ اَب ہم قبل اذان صلوٰۃ وسلام کو منع کرنے والوں سے یہی کہیں گے کہ جناب کیا آپ یہاں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو درود شریف پڑھنے والوں کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ قرونِ اُولیٰ کے مُسلمان کعبہ معظمہ کے جذبۂ احترام سے آشنا نہ تھے جس سے بعد کے عاشق سرشار ہوئے اور ہیں۔ ہرگز نہیں کہہ سکتے پھر قبل اذان درود شریف پڑھنے والوں پر زبانِ طعن دراز کرنے کی جسارت کیوں ؟

اشتہار چھاپنے والوں نے اپنی تنظیموں اور ادارہ کے نام کے ساتھ :

سَوادِ اعظم و سُنّی و چشتی صابری :

"تنظیم نوجوانانِ اہلسنت و مرکز سوادِ اعظم اہلسنت والجماعت، دار الحق، آستانہ چشتیہ صابریہ" لکھا ہے۔ جبکہ یہ حضرات مسلک کے اعتبار سے وہابیہ کی دیوبندی شاخ کے لوگ ہیں۔ وہابی حضرات عام مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے ناموں کے ساتھ اس طرح لکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے عظیم پیشوا امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے پہلے ہی خبردار فرما دیا ہے کہ :

سب سے مضرتر ہیں وہابی سنی بن کے رجھاتے یہ ہیں
سنی حنفی و چشتی بن بن کر بہکاتے یہ ہیں

لہٰذا اِنشاءَ اللہ بصیرت رکھنے والے مسلمانوں، وہابیوں کی ان فریب کاریوں سے ہوشیار ہی رہیں۔

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا قرآنِ پاک سے ثبوت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :

ان اللہ وملائکتہ یصلون على النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (احزاب)

بلاشبہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے مسلمانو! تم بھی ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

اس میں صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم مطلق اور عام ہے لہٰذا اسے کسی قید و شرط کے ساتھ مقید کرنا قرآن کریم کے اطلاق و عموم کی ترمیم و تنسیخ ہے جو ہرگز درست نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کُلُّ شَرْطٍ لَیْسَ فِی کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ بَاطِلٌ (جامع ۹۲) یعنی جو شرط یا جس بات کی شرط قرآن مجید میں نہ ہو وہ باطل ہے۔ امام عبدالرؤف مناوی اس کی شرح فیض القدیر میں فرماتے ہیں : اَیْ فِیْ حُکْمِہٖ (ج ۵ ص۲۲) یعنی قرآن کریم کے جس حکم میں کسی طرح کی شرط نہ ہو اس میں شرط کا اضافہ کرنا باطل ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں درود شریف پڑھنے کا حکم مطلق اور عام ہے اس میں کسی قسم کی شرط و قید موجود نہیں ہے۔ اس حدیث شریف کی رُو سے اذان سے قبل درود نہ پڑھنے کی شرط و قید بڑھانا باطل ہوا۔ لہٰذا اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا بلاشبہ جائز اور اس سے منع کرنا قرآن کے اطلاق و عموم کے منافی ہو کر غلط ہو گیا۔

صلوٰۃ وسلام ہر حال مستحب ہے : قرآن مجید کے اسی اطلاق و عموم کا لحاظ

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرتے ہوئے علما حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کو ہر حال اور ہر صورت جائز و مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ شمس الملۃ والدین امام سخاوی متوفی ۸۳۱ھ علیہ الرحمۃ القول البدیع میں امام شافعی علیہ الرحمۃ سے نقل کرتے ہیں کہ :

قال الشافعی رضی اللہ عنہ اُحِبُّ کَثْرَۃَ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ کُلِّ حَالٍ (ص۱۹۳)

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہر حال میں نبی کریم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔

لیجئے امام شافعی علیہ الرحمۃ جیسی شخصیت کے فیصلے کے بعد زید و عمرو کی بات کی وقعت رہ جاتی ہے کہ اذان سے پہلے نہ پڑھو یا پانچ منٹ کا وقفہ کرکے پڑھو۔ یہ من گھڑت شرط بھی امام ممدوح کے ارشاد فِیْ کُلِّ حَالٍ کے عموم کے بعد بیکار ہو کر رہ گئی۔

اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حدیث شریف سے ثبوت

ہر اچھے کام کی ابتدا درود شریف سے :

حدیث شریف میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

کُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَایُبْدَأُ فِیْهِ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فَهُوَ اَقْطَعُ اَبْتَرُ مَمْحُوْقٌ مِنْ کُلِّ بَرَکَۃٍ (جامع الصغیر ج۲ ص۱)

یعنی جس اچھے کام کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی حمد اور مجھ پر درود پڑھنے سے نہ کی جائے وہ کام برکتوں سے خالی ہے۔

اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اذان ایک اچھا کام ہے۔ اس حدیث میں کُلُّ اَمْرٍ کے عموم و استغراق میں اذان بھی آجاتی ہے لہٰذا اس کی ابتدا بھی درود شریف سے

کرنا مستحسن ہے۔ اسی حدیث کے پیش نظر علما کرام ہمیشہ اپنے مواعظ و اذکار ایسے اچھے کاموں کی ابتدا درود شریف سے کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ فیض القدیر شرح جامع صغیر میں امام عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ تَوَارَثَ الْعُلَمَاءُ وَالْوُعَّاظُ کَابِرًا عَنْ کَابِرٍ هٰذَا الْاَدَبَ فَحَمِدُوا اللّٰہَ وَصَلَّوْا عَلٰی نَبِیِّهٖ اَمَامَ کُلِّ عِلْمٍ مُفَادٍ وَقَبْلَ کُلِّ عِظَۃٍ وَتَذْکِرَۃٍ (ج۵ ص۱۴)

یعنی بڑے بڑے علما مسلسل اس پر عمل پیرا چلے آتے ہیں کہ ہر علم مفاد اور ہر وعظ اور ذکر و تذکیر سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کے نبی پر صلوٰۃ بھیجتے چلے آئے ہیں۔

اس میں علوم مفاد اور ذکر و نصیحت کے جو الفاظ ہیں جن سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پڑھنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا تسلسل کے ساتھ اسلاف و اکابر کا عمل چلا آیا ہے کیا اذان اس سے مستثنیٰ ہے ؟

امام بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ متوفی ۸۵۵ھ کل امر ذی بال کی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہر اچھے کام کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سے کیوں ہونا چاہیئے۔

واما الصلوٰۃ فلانَّ ذکرہ صلی اللہ علیہ وسلم مَقْرُوْنٌ بِذِکْرِہٖ تَعَالٰی ولقد قالوا فی قولہ تعالیٰ (وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ) مَعْنَاهُ ذُکِرْتَ حَیْثُمَا ذُکِرْتُ (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱ ص۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اس لئے کہ آپ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقرون اور ملا ہوا ہے اور علما نے آیت کریمہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کے معنی میں کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا ذکر ہوگا۔

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لہٰذا اس حدیث کی رُو سے اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بلاشبہ درست اور منشاءِ الٰہی وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کے عین مطابق ہوا۔

مواقع دُرود شریف میں سے ایک موقع اذان بھی ہے: علماء کرام نے اس لئے اذان کو بھی ان مواقع میں سے ایک موقع و محل قرار دیا ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہدیہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا مستحب ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ متوفی ۵۴۴ھ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

وَمِنْ مَوَاطِنِ الصَّلٰوةِ عَلَيْهِ عِنْدَ ذِكْرِهٖ وَسَمَاعِ اِسْمِهٖ اَوْ كِتَابِهٖ اَوْعِنْدَ الْاَذَانِ (شفاء شریف ج۲ ص۶۵)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے مقاموں میں سے ایک مقام آپکے ذکر کرنے یا آپکے نام گرامی لینے یا کتاب یا اذان کے وقت۔

اس میں عند الاذان یعنی "اذان کے وقت" کی خط کشیدہ عبارت پر خوب نظر فرمالیجئے۔

اذان و اقامت کے وقت دُرود شریف: شفاء شریف کی عبارت بالا مذکورہ کی شرح کرتے ہوئے حضرت محدث مُلا علی قاری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں کہ:

(عند الاذان) ای الاعلام الشامل للاقامة (شرح شفاء ج۲ ص۱۱۵)

اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی و اقامت دونوں کو شامل ہے۔

لیجئے اسے کہتے ہیں "یک نہ شد دو شد" مخالفین تو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو روکتے تھے یہاں تو اقامت کا مسئلہ بھی بیچ میں آگیا کہ نہ صرف اذان کے

وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے بلکہ اقامت کا بھی یہی حکم ہے کہ اس سے پہلے بھی صلوٰۃ وسلام باعثِ اجر و ثواب ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔ یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا ۔ جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سُلطان صلاحُ الدین ایوبی کا کارنامہ: شارح جلالین امام سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ متوفی ۱۲۰۴ھ جن کی کنیت ابوداؤد اور اسم گرامی سلیمان بن عمر بن منصور ہے۔ مصر کے مشہور مفسر و فقیہ علامہ ہیں (معجم المؤلفین ج ۴ ص۲۷۱) اپنی فقہ کی مشہور کتاب فتوحات الوہاب فرماتے ہیں:

وَكَانَ حدث فی ایام السلطان صلاح الدین بن ایوب ان یقال قبل اذان الفجر فی كل لیلة بمصر والشام السلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم واستمر ذلك الی سنة سبع وسبعین وسبعمائة فزید فیه بامر المحتسب صلاح الدین البرلسی ان یقال الصلوة والسلام علیك یا رسول الله الی ان جعل عقب كل اذان واستمر الی الآن۔ (ج ۱ ص ۳۱/۱۹۷)

اور اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا اہتمام خاص اور التزام کے ساتھ سلطان صلاح الدین بن ایوبی کے زمانہ میں ہوا۔ روزانہ مصر و شام میں صبح کی اذان سے قبل کہا جاتا السلام علیٰ رسول اللہ یہ چیز ۷۷۷ھ تک مسلسل اور ہمیشہ رہی۔ اس کے بعد محتسب صلاح الدین برلسی کے حکم سے اس میں صلوٰۃ کا اضافہ کرکے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا جانے لگا حتیٰ کہ اسے ہر اذان کے بعد تک کر دیا گیا جو ہمیشہ سے اب تک چلا آ رہا ہے۔

علامہ نے اس میں کئی ایک معلومات جمع کر دیئے ہیں۔ ایک یہ اذان سے قبل

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

صلوٰۃ وسلام اگرچہ فی نفسہٖ ایک مسنون و مستحب چیز تھی لیکن اس سلسلے میں خصوصی اہتمام التزام کے ساتھ مسلسل صورت سلطانِ اسلام حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے زمانے مبارکہ میں پیدا ہوئی جن کی وفات شریف ۵۸۹ھ میں ہوئی۔ ان کی سلطنت خلافتِ راشدہ کا بہترین نمونہ تھی۔ جن کے بارے میں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں کہ :

انه مات ولم يترك	حضرت سلطان کا انتقال ہوا اور انہوں نے
لاولاده دارا ولا بستانا ولا ضيعة	اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لئے نہ کوئی گھر چھوڑا
ولم يوجد بيته غير سبعة	نہ باغ نہ سامان اور نہ مکان و گھر صرف سینتالیس درہم
واربعين درهما ودينار واحد	اور ایک دینار چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ ورضی
دائرة معارف القرن العشرين	رضی عن اتبعه باحسان

ج ۵ ص ۵۶۱

یہ نام کا سلطان مگر درحقیقت خدا کا محبوب انسان تھا۔ صاحب علم و تقویٰ تھا۔ ایسے بزرگوں کا فعل یقیناً لائقِ تحسین ہی نہیں لائقِ اتباع بھی ہے۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنة حسنة الخ پھر اس زمانے کے علمائے کرام نے اس عمل کے جاری کرنے پر صاد فرمایا تو لازماً یہ عمل علماء سابقین کے اجماع سے مدلل و مؤید ہوا۔ اب اس پر اعتراض و انکار مکابرہ و مجادلہ بیجا کے کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ یہ انکار بجائے خود لائقِ نفرین و قابلِ مذمت ہے۔

الزام ہم پہ تھا قصور اپنا نکل آیا

تذکیر :

علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : کہ دمشق میں باقی نمازوں کی اذانوں کے بعد اور جمعہ کے دن ظہر کی اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے جسے یہاں کی اصطلاح میں تذکیر کہا جاتا ہے :

وهو المسمى فى دمشق تذكيرا	کہ اسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں جیسا کہ جمعہ
كالذى يفعل قبل اذان الظهر	روز ظہر سے قبل یہ عمل کیا جاتا ہے۔
يوم الجمعة (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۳۹۰)	

تذکیر کے معنی ہیں یاد دلانا اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کی بات کو یاد دلانا ہے تاکہ درود شریف کو بھولے ہوئے غافل نہ رہیں۔ مؤذن کی زبان سے سن کر پڑھنے لگیں کہ حدیث شریف میں ہے من نسی الصلوٰۃ علیّ فقد نسی طریق الجنة (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جو مجھ پر درود شریف پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔ اور جمعہ کے روز اذان ظہر سے مراد جمعہ کی ہی اذان ہے۔ اسے اذان ظہر اس لئے کہا گیا کہ وہی ظہر کا وقت ہے اور جمعہ ظہر کے ہی وقت میں پڑھا جاتا۔ اس نسبت سے جمعہ کی اذان کو اذان ظہر کہہ دیا۔

امام ابن حجر مکی سے سوال اور ان کا جواب :

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا کہ کیا اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا مسنون و مستحب ہے جیسا کہ بعد میں مسنون و مستحب ہے۔ کیا اذان سے پہلے ایسا کرنے والے کو منع کیا جائے یا نہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن حضرات صبح و جمعہ کی اذان کے علاوہ باقی نمازوں کی اذان میں تو اذان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

الا الصبح والجمعة فانهم	مگر صبح و جمعہ کی اذان سے قبل ہی صلوٰۃ وسلام
یقدمونہ فیھما علی الاذان و الا	بھیجتے ہیں اور مغرب میں وقت کی تنگی کی وجہ سے
المغرب لا یفعلونہ غالبا لضیق	زیادہ تر نہیں پڑھتے۔
وقتھا (فتاویٰ کبریٰ ج ا ص۱۲۹/۱۳۰/۱۳۱)	

اس کے بعد علامہ موصوف اس اہتمام کا پس منظر پیش کرتے ہیں۔ یہ چیز سلطان صلاح الدین بن ایوب علیہ الرحمۃ کے حکم شریف سے اہتمام کے ساتھ آغاز پذیر ہوئی اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب حاکم مخذول ابن العزیز قتل کیا گیا تو اس کی ہمشیرہ ست الملک نے موذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے بیٹے پر جس کا نام ظاہر تھا۔ اذان سے قبل سلام بھیجا اور یوں کہا کریں السلام علی الامام الظاہر امام ظاہر پر سلام ہو۔ اس کے بعد اس کے نائبوں کے دور میں یہی رائج رہا۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے برسرِ اقتدار آکر ظاہر پر سلام بھیجنے کے سلسلے کو بند کر کے اس کی جگہ

وجعل بدلہ الصلوٰۃ والسلام	اس کی جگہ اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنعم	پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا، خدا اسے جزا
ما فعل فجزاہ اللہ (فتاویٰ کبریٰ ج ا ص۱۳۱)	دے اس نے کیا ہی اچھا کام کیا۔

اسی طرح امام سخاوی علیہ الرحمۃ نے القول البدیع میں لکھا ہے ملاحظہ ہو۔

(القول البدیع ص۱۹۲/ص۱۹۱) پھر امام سخاوی اور امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ سلطان اسلام حضرت صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کو تو اس کارِ خیر پر دعائے خیر دے رہے ہیں مگر افسوس کہ یہ سنیت و سلام کے مدعی اسے بُرا بنا کر اس کے کرنے والوں کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اس کے بعد ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ولم نری فی شیئ منھا التعرض	اور ہمیں اذان سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم
للصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم	پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو منع کرنے کی ضرورت
قبل الاذان ولا الی محمد رسول اللہ	نہیں اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے
صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ و	سے منع کرنے کی حاجت ہے اور ہمارے ائمہ
لم نر ایضا فی کلام ائمتنا	کے کلام میں بھی اس قسم کے تعرض و منع کی کوئی
تعرضا لذلک (فتاویٰ کبریٰ ج ا ص۱۳۱)	بات نظر سے نہیں گزری۔

البتہ آخر میں فرماتے ہیں۔ پڑھنے والے اذان کی اس کے سنتِ مؤکدہ ہونے کا اعتقاد نہیں کرنا چاہیئے۔ نیز امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے ایک اور مزے کی بات کی ہے وہ یہ کہ اگر موذن لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہہ دے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

حالانکہ محمد رسول کا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم - قرونِ اولیٰ سے ثابت نہیں اس کے باوجود اگر کوئی ایسا کرے تو ہم اسے منع نہ کریں گے۔ جب کہ اس کے سنت اور اذان کی طرح اسے ضروری تصور نہ کرے۔

اذان و اقامت سے پہلے درود سنت ہے :

اذان و اقامت سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا مسنون و مستحب ہے۔ اس سلسلے میں امام علامہ عثمان بن محمد شطا الدمیاطی ثم المکی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب فتح المعین فرماتے ہیں کہ:

وقال الشیخ الکبیر البکری	یعنی شیخ کبیر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ان دونوں
انھا تسن قبلھما	سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنا مسنون ہے۔

Scanned by CamScanner

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس کی شرح اعانۃ الطالبین میں ہے کہ:

ای الصلوٰۃ والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل الاذان والاقامۃ (ج۱ ص۲۳۲)

اذان واقامت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے۔

قارئین کرام سے درخواست انصاف ہے کہ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کے مسنون ومستحب ہونے کے اس قدر بے شمار حوالے گزرے کہیں بھی وقفہ کی کوئی شرط سنی یا پڑھی؟ ہرگز نہیں۔ دراصل وقفہ سے سانس لینا ہے جیسا کہ آیت کے آخر میں سانس ٹوٹتا ہے۔ تو قدرتی طور پر انسان نیا سانس لے کر اگلی آیت کو پڑھتا ہے۔ اسے اہل علم و قراء حضرات کہتے ہیں۔ یہی کافی ہے اور قدرتی فاصل ہے۔ اس اعتبار سے وقفہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

کوئی شخص ایک سانس سے درود شریف اور اذان کو ملا کر نہیں پڑھتا۔

علاوہ ازیں دونوں کا لب ولہجہ اور انداز ادائیگی مختلف ہے۔ اس کے باوجود نہ ماننا اور انکار کیے جانا متلاشی حق کا کام نہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا قرآن وسنت اور اجماع علماء و اقوال عرفاء سے مدلل و محقق ثبوت بہم پہنچ کر رہا۔

اللہ تعالیٰ قلب سلیم عطا فرمائے اور قبول حق کی توفیق بخشے۔

دعاگو

خادم العلماء

مفتی غلام سرور قادری

دار العلوم غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور

Scanned by CamScanner
Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari